"مشکل الآثار" از طحاویؒ کا اُسلوب اور خصوصیات- تحقیقی مطالعہ

شگفتہ نوید*

Hadith has the fundamental stauts in the Muslim religious literature. Its multidimentional kinds and branches reflect the significance of this field of knowledge."Mushkil ul Aasar"is such a discipline of Hadith Sciences through which the mutual differences among the interpretations of Hadiths are eliminated. Sometimes, the text and the context of numerous Hadiths seem to be different and in some cases opposite to one another in their meanings and perceptions.In most of the cases, the absence of proper and absolute concentration towards this field of knowledge is the major cause of this conflict and confusion in the explanation of Hadith.The experts of Hadith have overcome this textual hurdle and have removed this misconception and controversy through continuous hard work in this regard. Many scholars have rendered great services in this scenario. However, Imam Tahawi's works are extremely remarkable in this field. He was a prominent Hanfi scholar of the 3rd and 4th century of Hijra. He received education and training from the remarkable scholars of that period. He is considered a great scholar of Quran, Hadith, Jurisprudence and the other branches of religious knowledge among the remarkable religious scholars of his period. His great literary work "Mushkil ul Aasar" has played a great role in minimizing and removing the conflict and controversy in the understanding of Hadith. He analyzed the opinions and interpretations of the learned scholars, interpreted the strong and weak aspects of different texts of Hadiths impartially and also availed himself of the Arabic poetry. This particular topic has been chosen for the present article on the basis of this very deep literary, scholarly and educational need.

Keywords:Imam Tahawi, Mushkil ul Aasar, Hadith Sciences, Textual Differences in Hadith.

مُسلمانوں کے دینی ادب میں حدیث کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اس شعبہ ٔعلم کی اہمیت کا اندازہ اس کی کثیر تعداد میں پھیلی ہوئی انواع واقسام سے کیا جاسکتا ہے۔ علمِ حدیث کی مختلف جہات کی تفہیم وتحفیظ کو اسی پسِ منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حدیثی ادب کے مطالعہ کے دوران بعض اوقات احساس ہوتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ احادیث باہم متعارض ومتضاد ہیں، ان احادیث میں جمع وتطبیق کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آرہی ہوتی۔ ماہرین علمِ حدیث نے فہم وتعبیر کے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے فن "مشکل الآثار" کی بنیاد رکھی۔ اس فن نے قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اصنافِ علم سے متعلق بہت سی پیچیدگیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ متقدمین ومتاخرین میں سے بہت سے

* ریسرچ سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔

علماء نے اس مخصوص فن کے ارتقاء میں زندگیاں صرف کی ہیں۔اس ضمن میں امام شافعیؒ،ابن قتیبہؒ اور امام طحاویؒ کی خدمات نہایت قابلِ قدر ہیں۔اس ضمن میں امام طحاویؒ کا کام منفرد اور متنوع خصوصیات کا حامل ہے۔انہوں نے اپنی کتاب "مشکل الآثار" میں اہلِ علم کی آراء واقوال کا تجزیہ کیا ہے۔عقائد،عبادات،معاملات اور دیگر موضوعات پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں،روایات کو مختلف اسناد کے حوالے سے درج کر کے ان کی قوت یا ضعف کو واضح کیا ہے،سند میں ارسال و انقطاع کی نشاندہی کی ہے،راویان کی کنیتوں اور انساب کا ذکر کیا ہے،قرآنی الفاظ کے اعراب اور قرأت کی نوعیت واضح کی ہے،کلامِ عرب سے استفادہ کیا ہے،محاورہ ٔ اہلِ عرب کی وضاحت کی ہے۔کنایہ،مثل اور تشبیہ سے پیدا ہونے والے اشکالات کو دور کیا ہے۔اس گہرے علمی غور و خوض اور تحقیقی اُسلوب کا فہم وادراک حدیث کے متن وفن سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لیے نہایت مفید ہے۔اس ضمن میں ضروری ہے کہ امام طحاویؒ کی کتاب "مشکل الآثار" کے پسِ منظر،منہج،اسلوب اور خصوصیات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔اسی علمی،فنی اور توضیحی ضرورت کے پیشِ نظر مقالہ ہذا کے لئے موضوع مندرجہ بالا کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مقالہ کو پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے،پہلے جزو میں امام طحاویؒ کے احوال و آثار کا تذکرہ ہے ،دوسرے جُزو میں فن مشکل الآثار کا مفہوم،اہمیت اور پسِ منظر واضح کیا گیا ہے،تیسرے جُزو میں امام طحاویؒ کی کتاب "مشکل الآثار" کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس کی بارہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں،چوتھے جُزو میں کتاب "مشکل الآثار" کے منہج واسلوب کی وضاحت تیرہ عنوانات کے تحت کی گئی ہے،پانچویں جُزو میں نتیجہ ٔمقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

ا۔امام طحاویؒ کے احوال وآثار

امام طحاویؒ تیسری وچوتھی صدی ہجری کے ممتاز حنفی فقیہ تھے،پورا نام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلمۃ بن سلامۃ بن عبد الملک الازدی الحجری المصری تھا،مصر کی ایک بستی طحا میں ۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے،اسی نسبت سے آپ کو امام الطحاویؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (1) آپؒ نے جن علماء سے کسبِ فیض کیا ان میں عبد الغنی بن رفاعۃ،ھارون بن سعید الایلی،یونس ابن عبد الاعلی،بحر بن نصر الخولانی،محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکیم،عیسیٰ بن مثرود،ابراھیم بن منقذ،الربیع بن سلیمان المرادی،خالہ ابی ابراھیم المزنی،بکار بن قتیبۃ،مقدام بن داوٗد

الرعینی، احمد بن عبد اللہ بن البرقی، محمد بن عقیل الفریابیاور یزید ابن سنان البصری کے اسمائے گرامی معروف ہیں۔ (۲) آپ کے تلامذہ میں یوسف بن القاسم المیانجی، ابو القاسم الطبرانی، محمد بن بکر بن مطروح، احمد بن القاسم الخشاب، ابو بکر بن المقری، احمد بن عبد الوارث الزجاج، عبد العزیز بن محمد الجوھری قاضی الصعید، ابو الحسن محمد بن الاخمیمی، محمد بن الحسن بن عمر التنوخی اور محمد بن المظفر الحافظ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ (۳) امام طحاوی کی تصنیفی خدمات میں سے " العقیدۃ الطحاویۃ"، "اختلاف العلماء"، "حکم أراضي مکۃ المکرمۃ"، "شرح الجامع الصغیر والکبیر للشیباني في الفروع"، "عقود المرجان في مناقب أبي حنیفۃ النعمان."، "الفرائض"، "قسمۃ الفيء والغنائم"، "کتاب التاریخ"، "کتاب التسویۃ بین حدثنا وأخبرنا."، "الشروط الصغیر ."، "الشروط الکبیر ."، "المحاضرات والسجلات"، "المختصر في الفروع."، "نقد المدلسین علی الکرابیسي ."، "اختلاف الروایات علي مذھب الکوفیین"، "شرح معاني الآثار" اور "مشکل الآثار" کو شہرت حاصل ہوئی۔ امام طحاویؒ نے ۳۲۱ھ میں مصر میں وفات پائی۔ علماء کے ہاں امام طحاویؒ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا، اس رائے کی تصدیق مختلف علماء وفضلاء کے بیانات سے ہوتی ہے۔

"کتاب تاریخ العلماء المصریین" کے مایہ ناز مصنف علامہ ابو سعید بن یونس فرماتے ہیں:

"کان الطحاوی ثقۃ ثبتا فقیھا عاقلاً لم یخلف مثلہ"۔ (۴)

"امام الطحاوی ثقہ، اسناد حدیث کے مطابق ثابت احکام الشریعۃ میں فقیہ اور انتہائی عقلمند تھے اور ان کے بعد ان جیسا کوئی نہیں"۔

۲۔ فن مشکل الآثار کا مفہوم، اہمیت اور پس منظر

"مشکل" بنیادی طور پر عربی لفظ ہے جو کسی چیز کی صفت پر استعمال ہوتا ہے، عمومی طور پر اس کا مطلب دشوار، کٹھن، سخت، پیچیدہ اور الجھا ہوا سمجھا جاتا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ لسان المیزان فرماتے ہیں:

"واشکل الامر ،التبس،کذا،وقیل للامر المشتبہ مشکل ،واشکل علی الامر اذا اختلط"(۵)

علامہ جرجانی (م۸۱۶ھ) اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هومالا ينال المراد منه الابتامل بعد الطلب ، هو الداخل فی اشكاله،ای فی امثاله و اشباهه "(٦)

"مشکل سے مراد وہ چیز ہے جس کا مفہوم انتہائی غور وفکر کے بعد سمجھ آئے یعنی اس چیز کی مختلف شکلوں میں اور صورتوں میں ابہام پایا جاتا ہے"۔

صاحبِ کشاف اصطلاحات والفنون اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"عند الاصوليين اسم للفظ يشتبه المراد منه بدخوله فی اشكاله علی وجه لا يعرف المراد منه الابدليل"۔(٧)

"علماء اصول کے ہاں مشکل وہ لفظ ہے جس کا مفہوم اس کے اپنے ملتے جلتے مفاہیم واشکال میں یوں داخل ہو جانے کی بنا پر مشتبہ ہو جائے کہ اس لفظ کا اصل مفہوم بغیر کسی اور دلیل کے سمجھا نہ جا سکے"۔

"آثار" بھی عربی زبان کا لفظ ہے، یہ اثر کی جمع ہے۔ یہ بطور اسم استعمال ہوتا، لغوی اعتبار سے اس کے معانی بنیاد، دیوار کی چوڑائی، اطوار، طور طریقے، علامات، انداز، لچھن، نقوش اور نشانات کے ہیں، لیکن علمی اصطلاح میں اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال ہیں۔ لفظ "اثر" کی تعبیر وتشریح کے بارے میں علماء میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ علامہ نور الدین عتر فرماتے ہیں: "جو شخص آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم میں مشغول رہتا ہے اسے "اثری" کہا جاتا ہے۔ "اثر" صحابہ کرام اور تابعینؒ کے اقوال کے ساتھ ساتھ حدیث رسول اللہ ﷺ نیز خبر اور تاریخی واقعات کے ساتھ مخصوص ہے"۔(٨)

بہر حال علماء کے ہاں "الآثار" کے تعین میں اختلاف کے باوجود امام طحاویؒ نے اپنی کتاب "مشکل الآثار" میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تفہیم میں موجود مشکلات اور ان کے حل کو ہدفِ تحقیق و تنقید بنایا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں "الآثار" سے مراد رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن ہیں۔

فنی اور اصطلاحی اعتبار سے "مشکل الآثار" کے زیرِ عنوان دو یا دو سے زیادہ ایسی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کے مفہوم میں بظاہر تعارض وتضاد ہو، فہم کے اس اختلاف کی وجہ سے ان احادیث مین جمع وتطبیق کا امکان نہ ہو۔ اس صورت میں ایک حدیث کو راجح قرار دیا جاتا ہے جبکہ دیگر کو مرجوع۔ راجح پر عمل ہوگا جبکہ مرجوع کو مسترد کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ اگر احادیث مین جمع وتطبیق کا امکان موجود ہو

تو یہ "مشکل الآثار" کے علم کے تحت زیرِ بحث نہیں لائی جاتیں بلکہ "علم مختلف الحدیث" کے فن سے متعلق ہوتی ہیں۔ موضوعات کے مختلف ہونے کی وجہ سے دونوں علوم پر علمائے متقدمین نے الگ الگ ناموں سے کتابیں لکھی ہیں مثلاً: امام شافعیؒ نے "اختلاف الحدیث"، ابن قتیبہ نے "تاویل مختلف الحدیث "اور امام طحاوی نے "مشکل الآثار" کے نام سے کتب تالیف کیں۔ یہ علم اور فن فہم حدیث میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے حدیث کے ہر طالب کے لئے اس فن میں مہارت اور استعداد بہت ضروری ہے۔ یہ علمِ حدیث کا ایک ایسا معتبر گوشہ ہے جس سے نہ صرف یہ کہ احادیث کے مفاہیم میں موجود ظاہری تعارض رفع ہوتا ہے بلکہ تفسیرِ قرآن کے بہت سے مسائل حل ہوتے نظر آتے ہیں علاوہ ازیں ذخیرہ ٔاحادیث کو شکوک وشبہات سے محفوظ رکھنے کی یہ ایک مؤثر سبیل ہے۔

مُحدثین کے ہاں "مشکل الحدیث "اور "مختلف الحدیث" کی دو اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں، ان دونوں میں بڑا لطیف سا فرق ہے۔ مختلف الحدیث کا سادہ سا مفہوم تو یہ ہے کہ احادیث کا آپس میں تعارض واقع ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے مفہوم کو متعین کرنے میں دقّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس اختلاف کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جس کا یہاں موقع نہیں۔ امام ابن قتیبہ کی "کتاب تاویل مختلف الحدیث "اس سلسلہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جبکہ "مشکل الآثار "کا مفہوم یہ ہے کہ احادیث میں باہمی اختلاف کے ساتھ ساتھ کئی دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حدیث قرآن کی کسی آیت کے متعارض ہو۔

۲۔ حدیث کسی دوسری حدیث کے متعارض ہو۔

۳۔ حدیث کا تعارض اجماع امت سے ہو۔

۴۔ حدیث کے معنی میں اشکال ہو۔

۵۔ حدیث قیاس سے متعارض ہو۔

۶۔ حدیث کا تعارض عقل سے ہو۔

"مختلف الحدیث" کے بجائے "مشکل الحدیث" کی اصطلاح زیادہ جامع ہے۔ "مشکل الحدیث "کا فن اسلام کے ابتدائی دور سے ہی ماہرین علم حدیث کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ اس فن کا ابتدائی کام امام شافعیؒ نے کیا۔ آپ نے مختلف علمی وفنی مسائل پر امت کی رہنمائی کی ہے، آپ نے جس انداز سے مشکل الآثار میں خدمات سر انجام دی ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں، مثلاً حاملہ متوفی عنها الزوجها کی مدت کے

معروف مسئلہ میں آپؒ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دو آراء بیان کر کے ان میں تطبیق پیدا کر دی۔ وہ دونوں آراء قرآن مجید کے حکم سے مستنبط تھیں، ایک یہ کہ متوفٰی عنھا الزوجھا کی عدت چار ماہ دس دن ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"والذين يتوفون منكم و يذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشراً"[۹]

"جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور اپنی بیویوں کو چھوڑ جائیں ،چاہیے کہ وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس عدت کے طور پر انتظار میں رکھیں"

علاوہ ازیں عدت کے حوالے سے ہی قرآن مجید کا دوسرا حکم یہ ہے:

"واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن"[۱۰]

"حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے"

ان دونوں آیات کی روشنی میں بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے یہ تھی کہ جو حاملہ متوفٰی عنھا الزوجھا بیک وقت دونوں عدتیں گزارے گی یعنی چار ماہ دس دن بھی پورے کرے گی۔ اگرچہ اس کا وضع حمل اس سے پہلے ہی ہو گیا ہو۔ کیونکہ وہ حاملہ بھی تھی اور متوفٰی عنھا الزوجھا بھی۔ اس مناسبت سے امام شافعیؒ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

"قال الشافعي فكانت الامة محتملة المعين معاً وكان اشبهما بالمعقول الظاهر ان يكون الحمل النقضاء العدة فدلت سنة رسول الله ﷺ على ان وضع الحمل آخر العدة في المدت مثل معناه الطلاق"[۱۱]

"امام شافعیؒ نے فرمایا پس آیۃ مبارکۃ بیک وقت دونوں معانی کی متحمل تھی اور عقل ظاہری نے ان دونوں آیات کو مشتبہ کر دیا کہ حمل ہی انقضاء عدت ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ ﷺ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وضع حمل مدت کے اعتبار سے آخری عدت ہے جس طرح طلاق کی صورت میں ہے"

امام شافعیؒ کے بعد علوم حدیث سے وابستہ علماء نے اس فن میں تحقیق و تفتیش کے سلسلے کو جاری رکھا، اس ضمن میں ابن قتیبہؒ، ابن جریرؒ، امام طحاویؒ اور ابن خزیمہؒ کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔[۱۲]

احادیث کے درمیان تعارض اور اختلاف کی تفہیم کے لئے اگرچہ امام شافعیؒ کی کتاب "اختلاف الحدیث" اور ابن قتیبہؒ کی "کتاب تاویل مختلف الحدیث" بڑی قدر و قیمت کی حامل ہیں مگر جو شہرت امام طحاویؒ کی کتاب "مشکل الآثار" کو حاصل ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

۳۔ امام طحاویؒ کی کتاب "مشکل الآثار" کا تعارف اور خصوصیات

کتاب کا اصل نام "مشکل الحدیث" ہے لیکن اس کو "مشکل الآثار" کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔ اس میں احادیث نبویہ ﷺ کے اس تضاد کو دور کیا گیا ہے جو بظاہر دکھائی دیتا ہے، پھر ان سے احکام کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات ضخیم جلدوں میں مکتبۂ فیض اللہ استنبول میں ۲۷۳-۲۷۹ نمبر پر موجود ہے۔ یہ نسخہ صحت کے لحاظ سے قابلِ اعتماد ہے، ابو القاسم ہشام بن محمد بن ابی خلیفہ رعینی نے اس کو امام طحاویؒ سے روایت کیا ہے، ابن السابق صاحب الضور الامع جو ابو القاسم کے سوانح نگار بھی ہیں، انہوں نے اس کی صحت فرمائی ہے۔ حیدر آباد دکن سے کتاب کے چار حصص شائع ہوئے، جو نصف کتاب سے بھی کم ہیں۔ (۱۳)

امام طحاویؒ نے اپنے مباحث میں اہل علم کی آراء و اقوال کو بیان کر کے ان کا تجزیہ کیا ہے۔ کتاب میں اہم کتابوں کے حوالے بھی دئے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ کی مختلف علوم و فنون پر گہری نظر تھی۔ مذکورہ کتاب بہت سے فوائد و لطائف پر مشتمل ہے لیکن غیر مرتب اور غیر منظم ہے۔ ایک باب کی احادیث ایک جگہ پر نہیں ملتی بلکہ متفرق اور منتشر حالت میں پوری کتاب میں پھیلی ہوئی ہیں، اس سے قاری کو اخذ و استفادہ میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ مگر یہ بات خوش آئندہ ہے کہ اس کتاب کی مختصرات لکھنے والوں نے بڑے عمدہ اور مناسب طریقے سے اس کی ترتیب و تنظیم کر دی ہے۔ ان مختصرات میں ہر باب کی احادیث یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب کا اختصار جو اب تک منظرِ عام پر آیا ان میں ولید بن رشد کی "المختصر مشکل الآثار" اور قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف بن موسیٰ المطیٰ کی "المعتصر من المختصر" شامل ہیں۔ (۱۴)

امام طحاویؒ مقدمہ میں کتاب کی وجہ تالیف بیان فرماتے ہیں: "فانی نظرت فی الآثار المرویة عنه ﷺ بالاسانید المقبولة التی نقلها ذوو التثبت فیها والامانة علیها و حسن الاداء لها فوجدت فیها اشیاء مما سقطت معرفتها والعلم بما فیها

عن اکثر الناس فمال قلبی الی تاملها و تبیان ذاک ابوابا اذکر فی کل باب ما یهب الله عزوجل لی من ذلک فیها حتٰی ابین ما قدرت علیه منها"(۱۵)

"میں نے حضور اکرم ﷺ سے منقولہ ان آثار مرویہ میں نظر تامل کیا جو کہ اسانید مقبولہ کے ذریعے ایسے رواۃ نقل کئے گئے تھے (جو متثبت، امانت اور حسن اداء سے موصوف تھے) تو اس میں ایسی اہم چیزیں موجود تھیں جن کی علم و معرفت سے اکثر لوگ ناواقف تھے۔ اس لئے دلی تمنا ہوئی کہ ان میں تامل اور فکر و نظر کر کے ان میں سے جتنے مشکل آثار و مسائل کی وضاحت ہو سکے، وہ کھل کر بیان کر دوں اور ان میں جو احکام موجود ہوں، ان کی تخریج کر دوں۔ نیز ان پر ہونے والے اعتراضات کو دور کر دوں اور یہ بھی خواہش تھی کہ ان کو ابواب کی شکل میں مرتب کر دوں ، یہ کام میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل توفیق و فیض کے مطابق کیا ہے"۔

کتاب کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ بعض احادیث بادیٔ النظر میں تاریخی حقائق اور حس و مشاہدہ کے خلاف ہیں ،اس کتاب میں احادیث کے اس تضاد کو دور کیا گیا ہے مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (م۷۳ھ) کا بیان ہے:

"عَن ابْنِ عُمَرَ،قَالَ: صَلَّى بِنَارَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَاتَ لَيْلَةٍ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّاسَلَّمَ قَالَ:" أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَ تَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِمِائَةِ سَنَةٍمِنْهَا لَايَبْقى مِمَّنْ هُوَعَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدُهُمْ "۔(۱۶)

"انبیاء کرم ﷺ نے ہمارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: (دیکھو) آج کی رات سے سو برس کے آخرت کوئی شخص جو روئے زمین پر زندہ ہے، باقی نہ رہے گا"۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا سو سال کے بعد ختم ہو جائے گی لیکن کئی صدیاں گزر گئیں اور دنیا آج بھی قائم و دائم ہے۔ چونکہ یہ حدیث جس پیشگوئی کا اعلان کر رہی ہے وہ حس و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ امام طحاویؒ اس حدیث کو دیگر شواہد و توابع کے ساتھ ذکر کر کے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان وہاں موجود لوگوں کے بارے میں تھا کہ سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کے حوالے سے ایک اور اشکال کا بھی ذکر کیا ہے کہ تاریخ میں کئی ایسے افراد کا ذکر ملتا ہے جو

عہدِ نبوی ﷺ میں زندہ تھے اور پھر ان کی وفات ۱۱۰ھ کے بعد ہوئی اور پھر انہوں نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، اس صورت میں مذکورہ حدیث کے دفاع کی کیا صورت ہو گی؟ امام طحاویؒ اس اعتراض کی توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قَدْ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ أَرَادَبِهِمِ مَّنْ كَانَ اتَّبَ عَهُلَا مِمَّنْ سِوَاهُمْ"-(۱۷)

"اس بات کا احتمال موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس ارشاد میں صرف ان لوگوں کا ارادہ فرمایا ہو جنہوں نے آپ ﷺ کی اتباع کی نہ کہ وہ لوگ جو آپ ﷺ سے لاتعلق رہے"۔

فرض کیاجائے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہوا بھی ہے جو حضور ﷺ پر ایمان نہ لایا، حالان کہ اس نے آپ ﷺ کا زمانہ پایا تھا، اگر وہ سو سال یا اس سے زائد مدت بھی زندہ رہے تو پھر بھی زیرِ بحث حدیث پر تنقید کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان تو صرف ان لوگوں کے بارے میں تھا جنہوں نے اسلام قبول کیا اور شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئے۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ (م ۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

"يَارَسُولَ اللهِ أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلًا؟ قَالَ: " الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ " قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: "ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى" قَالَ: قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟قَالَ:" أَرْبَعُ ونَسَنَةً"-(۱۸)

"یارسول اللہ ﷺ! روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام، میں نے عرض کیا: پھر کونسی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کیا: ان دونوں کے درمیان کتنی مدت حائل ہے؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال"۔

بعض لوگوں کو اشکال ہوا کہ مسجد اقصیٰ کے بانی تو حضرت سلیمانؑ تھے، جب کہ یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جو کعبہ کے بانی تھے اور حضرت سلیمانؑ جو بیت المقدس کے بانی تھے، ان کے درمیان ایک ہزار سال سے بھی زائد کا زمانہ حائل ہے۔ چونکہ اس روایت میں ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں کے درمیان وقفہ کو صرف چالیس سال بتایاگیاہےاس لئے یہ حدیث تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ امام طحاویؒ نے" مشکل الآثار" میں حدیث کے تاریخی محمل کوکس خوبصورتی سےواضح کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"وَلَمْ يَكُنْ سُؤَالُ أَبِيذَرٍّ رَسُولَ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مُدَّةٍ مَا بَيْنَ بِنَائِهِ مَا إِنَّ مَاسَأَلَهُ عَنْ مُدَّةِ مَاكَانَ بَيْنَ وَضْعِ هِمَافَأَجَابَهُ بِمَاأَجَابَهُ بِهِ."۔(۱۹)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ سے سوالیہ نہ تھا کہ مسجد حرام اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر میں کتنی مدت حائل ہے، بلکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس مدت کے بارے میں سوال کیا تھا جو ان دونوں مساجد کی بنائے اول میں واقع تھی"

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کعبۃ اللہ کی خشتِ اول رکھنے کا اعزاز حضرت آدمؑ کو ہی حاصل ہوا تھا، پھر طوفانِ نوحؑ میں کعبہ کے آثار گم ہو گئے تو حضرت ابراہیمؑ کو اس کی تعمیرِ نو کا حکم ہوا، گویا ابراہیمؑ معمارِ کعبہ ہیں نہ کہ بانیٔ کعبہ۔

۲۔کتاب میں عقائد، عبادات، معاملات اور دیگر بہت سے موضوعات پر بحث کی گئی ہے لیکن موضوعاتی اعتبار ابواب بندین ہیں کی گئی، تمام اقسام کے اشکالیات کے لئے الگ الگ باب قائم کئے گئے ہیں مثلاً پہلی جلد کے پہلے پانچ ابواب مندرجہ ذیل ہیں:

- بَابُ مَا قَدْرُ وِيعَن رَسُولِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًايَوْمَالْقِيَامَةِ۔
- بَابُ بَيَانِ مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا مِمَّا قَدْرُو يَعَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْعَشْرِ الْخَوَاتِمِ مِنْ سُورَةِ آلِعِمْرَانَ الَّتِيتَلَاهَا فِي لَيْلَةٍ عِنْدَاسْتِيقَاظِهِ مِنْ نَوْمِهِ, وَمَارُو يَعَنْهُ فِي ذَلِكَ
- بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَعَنْهُ، فِيمَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَسَاءِ مِمَّا لَا يَضُرُّ مَعَهُ قَائِلَ هِلَدْغَةُ حُمَةٍ حَتَّى يُصْبِحَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَمِمَّا رُوِيَ فِي ذَلِكَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ الَّذِيرَ وَاهُعَنْهُ ابْنُهُ سُهَيْلٌ مِمَّا قَدِ اخْتُلِفَ عَلَيْهِ فِي مَنْ ذَكَرَهُ فِي إِسْنَادِهِ بَعْدَ أَبِيهِ, فَرَوَاهُ بَعْضُ هُمْ عَنْهُ أَنَّهُ أَبُوهُرَيْرَةَ
- بَابُ بَيَانِ مَاأُشْكِلَ عَلَيْنَا مِمَّا قَدْرُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ نَهْيِهِ عَنَاتِّ خَاذِ الدَّوَابِّ مَجَالِسَ, وَمِنْنَهْيِهِ عَنَاتِّ خَاذِهَا كَرَاسِيَّ
- بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَارُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي نَهْيِهِ أَبَاذَرٍّأَنْي تَوَلَّى قَضَاءً بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْي وْوِيَأَ مَانَةً

۳۔کتاب میں ابواب تو بنائے گئے ہیں لیکن فصول نہیں بنائی گئی۔

۴۔روایات کو مختلف اسناد کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے جس سے روایت کی قوت یا ضعف کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ **مثلاً:** "باب بیان مشکل ماروی منقولہ لا یرد القضاء الا الدعا ولا یزید فی العمر الا البر" میں بیان کی جانے والی حدیث کو مختلف اسناد یعنی سلمان، ثوبان اور انس بن مالک رضوان اللہ علیہ ما جمعین کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔(۲۰)

مثلاً: امام زہریؒ سعید بن مسیب(م۹۴ھ) سے اور وہاب و ہریرہ(م ۵۷ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَاتُشَدُّالرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى،وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "

"تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں، مسجد اقصیٰ، میری مسجد اور مسجد الحرام"

امام طحاویؒ نے اس روایت کو سولہ اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اور مسجد اقصیٰ اور مسجد الحرام میں نماز کی فضیلت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔(۲۱)

۵۔سند میں ارسال و انقطاع کی نشاندہی کی گئی ہے۔ **مثلاً:** "باب بیان مشکل ماروی عنہ علیہ الصلاۃ والسلام فی الاعداد من الزمان التی لو وفقھا من یمر بین یدی المصلی کان تخیر الہ" میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ بشیر بن سعید نے اور دوسری سند میں ابونصر کی حدیث کو مرسل کرنے کا ذکر کیا ہے۔(۲۲)

۶۔اگر راوی کے بارے میں ابہام ہو تو اس کی کنیت و نسب کا ذکر کرتے ہیں۔

۷۔فقہی نوعیت کی روایات سے استنباط احکام کا التزام کیا گیا ہے۔

۸۔عناوینِ ابواب کو مکمل بیان کرتے ہیں تاکہ ابہام باقی نہ رہے۔

۹۔بعض مقامات پر قرآنی الفاظ کے اعراب کو بیان کیا گیا ہے اور قرأت کی نوعیت کو واضح کیا گیا ہے۔

۱۰۔بعض ابواب سوالیہ اور بعض خبریہ انداز میں ہیں۔

۱۱۔عقل اور حدیث کے تعارض پر بحث نہیں کی گئی بلکہ احادیث کے درمیان باہمی تعارض کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

۱۲۔فقہ حنفی کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ آئمہ کرام کے اختلاف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

۴۔کتاب "مشکل الآثار" کا منہج و اُسلوب

امام طحاویؒ پہلے ایک حدیث کو بیان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کے متابعات اور موائد بھی بیان کرتے ہیں۔ متابعات میں فرق و اختلاف کو واضح کرتے ہیں نیز روایات میں موجود کسی قسم کے اضافہ یا کمی کو بھی واضح کرتے ہیں یعنی روایات کے تمام اسناد و متون بیان کرتے ہیں، صحت و ضعف کو بیان کرتے ہیں، پھر اس حدیث کے مفاہیم پر پیدا ہونے والے اشکالات و شبہات کو بیان کرتے ہیں نیز دوسری احادیث سے زیرِ بحث حدیث کا اختلاف اور اس کی نوعیت کی تشریح کرتے ہیں۔ پھر قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ، آثارِ تابعین اور آئمہ مجتہدین و فقہاء کے اقوال کو بطور دلائل پیش کرتے ہیں۔ بعض جگہ علومِ نحو و لغت کا بھی استعمال کرتے ہیں نیز کلامِ عرب سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ کتاب زیرِ تبصرہ میں امام طحاویؒ کے اُسلوب کو درج ذیل نکات کی صورت میں واضح کیا جاتا ہے۔

۱۔احادیث کے الفاظ کی قرآن مجید اور کلامِ عرب سے تشریح

امام طحاویؒ نے الفاظِ حدیث کی تشریح و تحقیق کے لئے بڑی خوبصورتی سے قرآنِ مجید اور کلامِ عرب سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں وارد ہونے والے لفظ "زعموا" کی وضاحت کے لئے بیان کرتے ہیں کہ اس لفظ کو قرآن مجید نے اکثر ایسے مواقع پر استعمال کیا ہے جہاں مذموم حرکتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

"زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا"(۲۳)

ایک اور مثال کے ذریعے ان کے اِس اسلوب کی وضاحت ملاحظہ ہو:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا کہا س بات پر جو شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص تم میں سے ان چیزوں کی پابندی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا اس کو اجر دیں گے اور اگر کوئی آدمی ان چیزوں میں کوتاہی کرے اور اس کو اس کی سزا مل جاتی ہے تو یہ سزا اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور اگر اسے سزا نہیں ملتی، بلکہ ستر پوشی کر دی گئی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہیں گے تو اس کو عذاب دیں گے اور اگر چاہیں گے تو معاف

کر دیں گے۔ اس روایت پر امام طحاویؒ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ جس نے شرک کیا اور اس کی سزا پالی تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ نہیں بن سکتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء"(۲۴)

"یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کی بخشش نہیں فرمائیں گے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اور اس کے علاوہ جس کی چاہیں گے بخشش فرمائیں گے"

امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کے مفہوم کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص کو دنیا میں شرک کی سزا مل بھی گئی تو پھر بھی وہ اُخروی سزا سے نہ بچے گا۔(۲۵)

۲۔ مخصوص الفاظ اور جملوں کی وضاحت

بعض الفاظ یا جملے خاص مفہوم رکھتے ہیں، اِن کی معنویت کو سمجھنے کے لئے متعلقہ بحث کے پسِ منظر اور جمیع لوازمات کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے امام طحاویؒ احادیث کی غرض وغایت اور روح کو واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ قال: اربع من الدواب لا یقتلن النملة والنحلة والھد ھد والصرد"

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے چار چوپاؤں کے قتل سے منع فرمایا۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا"۔

امام طحاویؒ اس روایت سے یہ اصول اخذ کرتے ہیں کہ ہر وہ جانور جس کے زندہ رہنے سے انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور جس کے قتل کرنے سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اسے قتل نہ کیا جائے، نیز ایسے ہی دیگر جانوروں کو قتل نہ کیا جائے، اس حدیث سے مراد محض چار جانوروں کے قتل کی ممانعت نہیں، بلکہ جو جانور ان جیسے اوصاف کے حامل ہوں، ان کے قتل کی ممانعت بھی مراد ہے۔(۲۶)

۳۔ محاورہ اہلِ عرب کی وضاحت

احادیث کی تفہیم ووضاحت کے لئے اہل عرب کا محاورہ اور عام کلام سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو اہلِ عرب کے معروف قاعدہ کے مطابق ہوتی تھی۔ اس علمی نکتہ کی وضاحت امام طحاویؒ ایک مثال کی مدد سے کرتے ہیں:

"عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: من کانت له مظلمة من اخیه من عرضه او ماله فلیتحلل له من قبل ان یوخذ منه حیث لا دینار ولا درهم فان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة والا اخذ من سیأت صاحبه فحملت علیه"

اس حدیث کی توضیح میں امام طحاویؒ بیان کرتے ہیں: "ظالم سے نیکیوں کا چھن جانا اور اسے برائیوں کا مل جانا مالی ظلم وزیادتی کے بدلہ میں ہوگا جب کہ عزت کے بارے میں ظلم وزیادتی کے بدلہ میں ظالم کو آخرت میں جسمانی سزا ہونا لازم ہے۔ روایت کے ظاہری مفہوم کے مطابق مال و عزت دونوں میں ظلم و زیادتی کی سزا اعمال صالح سے محرومی اور برائیوں کا گلے پڑ جانا ہے۔ مگر حقیقی مفہوم کے مطابق یہ سزا صرف مالی ظلم کی صورت میں دی جائے گی، جبکہ عزت و وقار اور حرمت میں ظلم کرنے والے کو جسمانی سزا دی جائے گی"۔ (۲۷)

۴۔ تحریر میں کنایہ کا استعمال

امام طحاویؒ زبان و ادب کے ماہر تھے، انہوں نے اپنے کلام میں کنایہ کا استعمال بھی کیا ہے، ایک حدیث میں ہے " دخل فی الصلوٰة" یعنی آپ نماز میں داخل ہوئے۔ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے معنی "قرب دخول" کے ہیں، حقیقی دخول مراد نہیں ہے اور یہ زبان کا معروف استعمال ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

"واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن"۔ (۲۸)

"اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی، پھر وہ پورا کر چکیں اپنی عدت کو"

یہاں بلوغ اجل کا قرب مراد ہے، نہ کہ حقیقی بلوغ اجل۔ کیوں کہ یہ معنی مراد لینے میں متعدد اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح دیگر مقامات پر بھی امام طحاویؒ نے کنایہ کے ذریعے اپنی تحریر میں حسن پیدا کیا ہے۔ (۲۹)

۵۔ مثل کا استعمال

امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں بعض اوقات مثل کا استعمال بھی کیا جاتا ہے، مثلاً ایک حدیث ہے کہ اگر دین ثریا پر بھی ہو تو بعض اہلِ ایران اس کو حاصل کر لیں گے، ثریا سے مراد فاصلہ اور دوری ظاہر کرنا ہے، جس طرح قریب کے اظہار کے لئے کہا جاتا ہے کہ تو میرے دل کے بہت قریب ہے۔ (۳۰)

۶۔ تمثیل و تشبیہ

کلام رسول اللہ ﷺ میں بعض جگہوں پر تمثیل و تشبیہ سے بھی کام لیا گیا ہے، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں بھی ذوالقرنین کی طرح کے لوگ ہیں۔ امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ یہ تمثیل و تشبیہ صرف دعوت الی اللہ اور قیام الحق کے اعتبار سے ہے، کیونکہ ایک چیز کو دوسری چیز کے مشابہ قرار دینے کے لئے مکمل مشابہت اور اشتراک ضروری نہیں، صرف ایک معنی اور وصف میں مماثلت ہی کافی ہے۔(۳۱)

۷۔ تقلیدِ جامد کی مخالفت

امام طحاویؒ نے فقہ حنفی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن وہ تقلیدِ جامد کے سخت مخالف ہیں، وہ احادیث کی سند کے بغیر کسی مسئلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا مؤقف ہے کہ رسول اللہ کی حدیث ہی ہمارے نزدیک اولیٰ و احسن ہے۔(۳۲) آپؒ فہمِ شریعت میں آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہمیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: " صحابہ کی مخالفت اور ان کے مذہب و مسلک کو نظر انداز کرنے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ جو شخص کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ، اصحابِ رسول اللہ ﷺ اور تابعین کے مسلک سے انحراف کرے گا اللہ اس کو فہمِ قرآن سے محروم کر دے گا۔(۳۳)

عمومی طور پر آپؒ احناف کے مؤقف کا دفاع کرتے ہیں لیکن ذاتی اجتہاد بھی کرتے ہیں اور علمائے احناف کی آراء کی مخالفت کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ مثلاً مطلقہ کے نفقہ و سکنیٰ کے متعلق احادیث اور فقہاء کے اختلافات بیان کرنے کے بعد علماء احناف کے اقوال کو ان الفاظ میں مسترد کرتے ہیں: " ہم نے جو باتیں تحریر کی ہیں وہ علمائے احناف کے اقوال کے مقابلے میں زیادہ صحیح و ثابت ہیں"۔(۳۴)

۸۔ اس امر کی وضاحت کہ احادیث میں تضاد اور ٹکراؤ نہیں

احادیث نبویہ ﷺ میں کبھی بھی کسی قسم کا ٹکراؤ، تعارض اور تضاد نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کے عدمِ معرفت و شعور کی وجہ سے یہ تضاد بظاہر دکھائی دیتا ہے۔ اس کا ازالہ تحقیق و تلاش کی مدد سے کیا جا سکتا ہے لیکن اگر محنت و کاوش کے باوجود کسی کے ذہن سے یہ تضاد رفع نہ ہو تو اس کو اپنے علم و فہم کی کمی کا اعتراف کرنا چاہیے کیونکہ احادیث میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔(۳۵)

۹۔ مشکلات کا حل

امام طحاویؒ مشکلاتِ حدیث کا عمیق جائزہ لے کر ان کا مفصل اور مکمل تحقیقی حل پیش کرتے ہیں، مثال کے طور پر احادیثِ صحیحہ میں حضرت ابی بن کعب ؓ کو" اقرأهم الكتاب"، حضرت معاذ بن جبل ؓ کو" اعلمهم باالحلال والحرام" اور حضرت زید بن ثابت ؓ کو" افرضهم" قرار دیا گیا ہے، اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین ؓ کو نظر انداز کر کے مذکورہ تین افراد کو خاص فوقیت کیوں دی گئی اور کیا بقیہ صحابہ ؓ کم تر ہیں؟ امام طحاویؒ نے اس شبہ کے ازالہ کے لئے بتایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی خاص وصف میں زیادہ ممتاز ہو تو اسے دوسرے لوگوں سے افضل وفائق قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے یہ قیاس نہیں کرنا چاہیئے کہ دوسرے تمام صحابہ کرام ؓ ان چیزوں میں مذکورہ صحابہ ؓ سے کم تر تھے۔ علاوہ ازیں امام طحاویؒ نے بیان کیا ہے کہ ہر بات میں قائل کی ایک خاص مراد ہوتی ہے جس کو مخاطب خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس طرح گویا یہ بطورِ مجاز کہا جاتا ہے جبکہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔[۳۶]

۱۰۔ صحابہ کرام ؓ، تابعین ؒ اور ائمہ وفقہاء کے اختلافات

امام طحاویؒ تفصیل کے ساتھ صحابہ ؓ و تابعین ؒ اور ائمہ وفقہاءؒ کے اقوال وفتاویٰ کو بیان کرتے ہیں، پھر ان کے اختلافات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے درمیان توجیہ و تطبیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اختلافات میں تطبیق نہ کر سکیں تو وہ اولیٰ و مرجح قول کو ذکر کرتے ہیں۔ اِس اسلوب وانداز سے واضح ہوتا ہے کہ امام طحاویؒ فقہ واجتہاد میں مہارت رکھتے تھے، اسی مہارت نے انہیں مقلدِ جامد بننے سے بچائے رکھا۔

۱۱۔ ثبوت واستدلال

امام طحاویؒ سند وثبوت کے ساتھ بات کرتے ہیں ، ان کی ایک منفرد خصوصیت قوت استدلال ہے جو ان کی تفصیلی اور محققانہ بحثوں سے واضح ہوتی ہے۔

۱۲۔ قرآنی آیات کی تشریح

متن حدیث میں موجود قرآنی آیات کی تشریح کرتے ہیں، قرآن کے مشکل الفاظ وکلمات کے معانی و مفہوم کو بیان کرتے ہیں۔

۱۳۔ اصولِ حدیث کا التزام

امام طحاویؒ مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث بھی تھے ، آپؒ نے احادیث کی صحت، عدمِ صحت ، رجال واسناد کی تحقیق اور اصولِ حدیث پر اہم بحثیں کی ہیں۔ حدیث بیان کرنے کے بعد واضح کرتے ہیں، اقسامِ حدیث میں سے کس قسم کی حدیث ہے یعنی علوم الحدیث کی فنی مباحث کو بھی بیان کرتے ہیں مثلاً: ایک حدیث جسے شعبہؒ نے ابو اسحاقؒ کے واسطے سے براۃ ابن عازبؓ سے روایت کیا ہے اس حدیث کے بارے میں ابو الولید الطیالسیؒ کہتے ہیں کہ شعبہؒ کا بیان ہے کہ اس حدیث میں ابو اسحاق کا براۃ ابن عازبؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (۳۷)

۵۔ نتیجہ ٔ مقالہ

پیش کردہ تمام مباحث وتحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ مُسلمانوں میں حدیث کو اساسی حیثیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اس علم کی بہت سی اقسام منظرِ عام پر آئی ہیں۔ "مشکل الآثار" علمِ حدیث کی وہ قسم ہے جس میں احادیث کے باہمی اختلاف کو دور کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات دو یا دو سے زیادہ احادیث اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے متضاد ومتعارض نظر آتی ہیں۔ فہم حدیث میں اس اختلاف، تصادم اور ٹکراؤ کا بنیادی سبب عدمِ توجہ ہوتا ہے، ماہرین علمِ حدیث نے محنت کر کے فہم وتعبیر کے اس اختلاف کو دور کر دیا ہے۔ اس ضمن میں بہت سے علماء نے خدمات انجام دی ہیں۔ اس گوشہ ءِ علم میں امام طحاویؒ کا کام نہایت قابلِ قدر ہے۔ آپؒ تیسری اور چوتھی ہجری کے ممتاز حنفی عالم تھے۔ آپ نے اس وقت کے اہم علماء سے حصول علم وفیض کیا۔ قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر علوم میں آپ کی متنوع خدمات کی وجہ سے آپ کو علماء وفضلاء میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، فہمِ حدیث سے متعلق اختلاف اور تصادم کو روکنے میں آپ کی کتاب "مشکل الآثار" نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اہلِ علم کی آراء کا تجزیہ کیا، مختلف روایات کے مضبوط اور کمزور پہلوؤں پر غیر جانب دارانہ تبصرے کئے، قدیم عربی شاعری سے استفادہ کیا۔ اسی گہرے علمی اُسلوب کی بناء پر مقالہ ہذا کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا۔

حواشی وحوالہ جات

1. شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان قایماز الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، دار کتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ، ج:۳، ص:۲۱

2. ایضاً

3. ایضاً

4. شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان قایماز الذھبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ، ج:۲۷، ص:۱۵

5. ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم المصری، لسان المیزان، بیروت، دارالفکر، س، ن، ج:۱۱، ص:۳۵۷

6. الجرجانی، علی بن محمد، الشریف، الحنفی، کتاب التعریفات، ملتان، مکتبۃ حقانیہ، س،ن، ص۱۵۰

7. التھانوی، قاضی محمد اعلیٰ، کشاف اصطلاحات والفنون، لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۹۹۳ء، ص:۷۸۶

8. عتر، نور الدین، منہج النقد فی العلوم الحدیث، دمشق، دار الفکر، ۱۹۸۱ء، ص:۲۸

9. البقرۃ:۲۳۴

10. الطلاق:۶۵

11. الشافعی، محمد ادریس، الرسالۃ، الریاض، دارالعلمیۃ، س،ن، ص:۵۷۴

12. السیوطی، جلال الدین، امام، تدریب الراوی، بیروت، دارالفکر، ج:۲، ص:۱۷۶

13. حافظ محمد یٰسین، مقالہ: امام طحاوی اور ان کی کتاب شرح معانی الآثار، مجلہ فکر و نظر، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۱۹۹۰ مجلۃ: جون: ۱۹۹۰ء، ص:۳۲

14. کلاچوی، محمد زمان، مولانا، المصنفات فی الحدیث، نوشہرہ، خالق آباد، القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرۃ، س،ن، ص:۳۳۱

15. الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ، مشکل الآثار، بیروت، دار الصادر، ۱۳۳۳ھ، ج:۱، ص:۳۰

16. ایضاً: ج:۱، ص:۳۴۸

17. ایضاً، ج:۱، ص:۱۶۴

18. ایضاً، ج:۱، ص:۱۰۹

19. ایضاً

20. ایضاً، ج:۴، ص:۱۷۰-۱۶۹

21. ایضاً، ج:۱، ص:۲۵۰-۲۴۱

22. ایضاً،ج:۱،ص:۱۸

23. التغابن،۷،۶۴

24. النساء:۴،۴۸

25. طحاوی،مشکلالآثار:ج:،۱،ص:۷۳-۷۲

26. ایضاً:ج:۱،ص:۳۷۴-۳۷۰

27. ایضاً:ج:۱،ص:۷۱-۷۰

28. البقرۃ:۲،۳۰

29. طحاوی،مشکل الآثار:ج۱،ص:۲۶۰-۲۵۹

30. ایضاً،ج:۳،ص:۹۶

31. ایضاً:ج۲،ص: ۳۵۱

32. ایضاً:ج:۳،ص:۱۰۸

33. ایضاً:ج:۱،ص:۳۰۵

34. ایضاً:ج:۳،ص:۲۶۵

35. ایضاً،ج:۱،ص:۶۱-۶۰

36. ایضاً،ج:۱،ص:۳۵۴-۳۵۰

37. ایضاً،ج:۱،ص:۶۰